(قسط ۳۹) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

(۷۰ء کی ڈائری)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی تجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

ملک کی اکثریت اہل سنت کے معتقدات اور دینی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر نصاب بنائے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے اسلامی نصاب کیلئے مرکزی حکومت کی تشکیل کردہ کمیٹی کے سلسلہ میں مرکزی وزیر تعلیم کو حسب ذیل ٹیلی گرام دیا ہے، اور ملک کے تمام سنجیدہ افراد سے اس مسئلہ میں آئینی قدم اٹھانے کی اپیل کی ہے۔

"تعلیمی پالیسی پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے عرض ہے، کہ نئی تعلیم کے اداروں میں اسلامیات کے نصاب کیلئے مجوزہ کمیٹی میں ملک کی اکثریت (MAJORITY) کے جذبات و معتقدات کا لحاظ رکھتے ہوئے اہل سنت کے ماہر علماء اور مدارس عربیہ سے تعلق رکھنے والے مستند حضرات کو لیا جائے ورنہ عام مسلمانوں کیلئے ایسا نصاب قابل قبول نہ ہوگا، جس میں دینی تقاضوں کی پوری رعایت نہ برتی گئی ہو"

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت والدؒ ماجد کا سفر کراچی جامعہ قاسمیہ کے اجتماع میں شرکت

یکم مئی ۱۹۷۰ء کو آپ قاری محمد آصف صاحب قاسمی کی دعوت پر جامعہ قاسمیہ کراچی کے اجتماع میں شرکت کرنے کراچی گئے۔ اور ۲۔۳ مئی کو بعد از نماز عشاء مدرسہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔

احساس ذمہ داری وامانت کے موضوع پر شیخ الحدیثؒ کا خطاب

حضرت شیخ الحدیث والد ماجد مدظلہ نے ۲ ربیع الاول ۹ مئی کو بعد از نماز عشاء انجمن تعلیم الاسلام کے زیر اہتمام سہ روزہ سیرت کانفرنس اسلام کی افتتاحی نشست میں شرکت فرمائی اس نشست کی صدارت مرکزی وزیر اطلاعات وقومی امور نوابزادہ جنرل شیر علی خان صاحب نے فرمائی حاضرین کی اکثریت مرکزی حکومت کے ملازمین پر مشتمل تھی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے خطاب بھی فرمایا، موضوع کی مناسبت سے تقریر کا زیادہ تعلق احساس امانت اور ذمہ داری کی ادائیگی سے رہا۔

۹ مئی بعد از نماز عشاء اسلام آباد کی انجمن تعلیم الاسلام کے زیر اہتمام جلسہ سیرت میں تقریر فرمائی۔

حضرت والد ماجد کا تیسرا سفر بنگال اور مصروفیات

۱۶ مئی ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ حضرت والد ماجد شیخ الحدیث صاحب مدظلہ ڈھاکہ کی سیرت کمیٹی کی دعوت پر ڈھاکہ تشریف لے گئے احقر کے علاوہ مولانا سعید الرحمٰن صاحب صاحبزادۂ مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے، ۱۷ مئی بعد از نماز مغرب ڈھاکہ کی وسیع اور شاندار جامع مسجد بیت المکرم میں جلسہ سیرت سے سیرت کے موضوع پر خطاب فرمایا اس دن ڈھاکہ کے نواح میں مدینہ چاترا باڑی میں درس دیا یہ مدرسہ ابھی چند ماہ قبل حضرت مولانا درخواستی مدظلہ کے بابرکت ہاتھوں سے قائم ہوا اور اساتذہ واراکین کی مخلصانہ کوششوں سے بہت جلد ترقی کر گیا ہے۔ دوسرے دن بروز پیر آپ میمن سنگھ تشریف لے گئے، مقامی علماء و معززین دارالعلوم میمن سنگھ کے اساتذہ طلبہ چشم براہ تھے، نماز عصر سے قبل دارالعلوم میمن سنگھ میں طلبہ کی خواہش پر مدرسہ میں فضیلت علم کے موضوع پر درس دیا اور بعد از نماز عصر شہر کے سب سے بڑی مسجد میں سیرت مطہرہ پر خطاب فرمایا، ڈھاکہ میں مولانا انیس اللہ صاحب، خواجہ عبد الرحمٰن صاحب، جناب مصطفیٰ حسن فردوسی صاحب، جناب مجتبیٰ صاحب، جناب احسان کبیر صاحب وغیرہ حضرات کی خواہش پر ان کی دولت کدوں پر بھی مختصر قیام کیا اور بعض مقامات

پر مخصوص اور منتخب مجالس میں بھی سیرت مطہرہ پر گفتگو رہی، مولانا محی الدین خان صاحب ایڈیٹر مدینہ، و نیاز مانہ اول تا آخر میزبانی میں پیش پیش رہے، بروز منگل ۱۹ مئی اکوڑہ خٹک مراجعت ہوئی۔

بنگلہ دیش کے سفر سے متعلقہ تاثرات

ربیع الاوّل کے دوسرے ہفتہ میں ڈھاکہ کی مقامی سیرت کمیٹی کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی معیت میں راقم الحروف اور محترم قاری سعید الرحمٰن صاحب کو ڈھاکہ جانا پڑا، بعض عوارض کی وجہ سے قیام دو ہی دن رہا ایک دن ڈھاکہ اور دوسرے دن میمن سنگھ جانا پڑا تیسرے دن واپسی ہوئی، اتنے مختصر وقت میں جو دو ایک جلسوں ہی میں گذرا، مشرقی پاکستان کے تازہ حالات کے بارہ میں کوئی رائے قائم کرلینا مشکل سی بات ہے، تاہم یہ بات سرسری جائزہ سے بھی واضح ہوجاتی ہے، کہ مشرقی پاکستان میں خطرات اور اسکے بیرونی اور اندرونی محرکات یہاں کے بہ نسبت اگرچہ زیادہ ہیں لیکن پھر بھی وہاں کے لادینی عناصر بالخصوص سوشلزم کی قوت کے بارہ میں عموماً جو تأثر قائم کیا جار ہے، وہ مبالغہ پر مبنی ہے، اور کچھ خاص سیاسی مقاصد اس کے بارہ میں کارفرما رہتے ہیں، بحمداللہ وہاں کے عوام کی اکثریت مخلص اور دیندار ہے، بلاشبہ علاقائیت، خودمختاری، بنگلہ قومیت کے ساتھ ساتھ طبقاتی منافرت اور سوشلزم کی تحریک بھی بڑے زور وشور سے اٹھائی گئی ہے، مگر دینی طبقوں اور علمائے کرام کی انفرادی اور جماعتی کوششوں اور سب سے بڑھ کر عوام کی شدید معاشی بدحالی کے باوجود دینی شعور کی پختگی اور ایمان کی صلابت نے ان عناصر کے حوصلے کافی حد تک پست کردئے ہیں، اور اب وہ بھی انتخابی مہم میں قرآن وسنت اور خلافت راشدہ کا نام لینے لگے ہیں، جو سوشلزم اور بنگلہ قومیت کیلئے سردھڑ کی بازی لگانے کا اعلان کئے پھرتے تھے، سوشلسٹ ذہنیت کئی دھڑوں میں بٹ گئی ہے، بھاشانی گروپ تین حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احساس شکست اور حالات ناسازگار ہوجانے کے تصور نے ان عناصر کو مایوسی کی عالم میں دہشت پسندی سے کام لینے پر مجبور کردیا ہے، موجودہ گھیراؤ، ہڑتال اور بموں کے واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے، تاہم ایسے لوگ اتنا جلد ہار ماننے والے نہیں، اور خطرہ اس وقت تک موجود رہے گا، جب تک وہاں کے معاشی مسائل (جو بہت گھمبیر اور واقعی توجہ طلب ہیں) کا حل صحیح اور مکمل اسلامی کے ذریعہ نہ نکالا جائے،

سقوط بیت المقدس کا دن یا عالم اسلام کے ماتم وشیون کا دن

متاع گم گشتہ تمہیں پکار رہی ہے

آج ۵ جون ہے، سقوط بیت المقدس کا دن آج یوم غربت اسلام ہے، قبۃ الصخرۃ کے رونے اور جامع عمرؓ کے ماتم کا دن، مسلمانوں کی آبرو لٹ جانے اور اپنی زبوں حالی پر آہ وبکا کا دن، مگر ہم مسلمان ہیں، ماتم وشیون ہمارا شیوہ نہیں، یاس وقنوط ہمارے نزدیک کفر ہے، آیئے آج ہم عہد کریں کہ بیت المقدس میں فتح کا علم لہرا کے دم لیں گے مایوسی کی فضاء اور غفلت وجمود کے اس کہر کو ہم جہاد کی حرارت سے پگھلا کے چھوڑیں گے، کفر واستبداد کے قلعہء اتحاد اور گٹھ جوڑ کو ہم اللہ اکبر کے نعروں سے پاش پاش کردیں گے یہی اس مسئلہ کا حل ہے، قرار داد ایجنڈے کانفرنس اور تقریریں کسی کی عظمت رفتہ کو کبھی بھی واپس نہ کرسکیں، قبلہ اول ہماری عصمت وآبرو ہے، اور عصمت وناموس لٹانے والی قوم کبھی بھی شوکت وسطوت اور شادمانی کا دن نہیں مناتی، تمہاری یہ متاع گم گشتہ آج تمہیں آواز دے رہی ہے، مسجد اقصیٰ کے منبر ومحراب تمہیں پکار رہے ہیں، جامع عمر کی دریچوں میں فاروق اعظم کی روح مضطرب ہے، وہ دیکھو صلاح الدین ایوبی ہماری حمیت اور غیرت کا ماتم کررہے ہیں وہ دیکھو صلیبی طاقتیں ایک بار پھر مغربی سامراج کے لباس میں متحد ہوکر ہماری ذلت اور پستی کا مذاق اڑا رہی ہے، وہ دیکھو ذلیل وخوار ریجی نالڈ کی روح ایک بار پھر ہماری غیرت کو للکار رہی ہے، آیئے ہم اپنے رب سے عہد کریں کہ ہم اگلے سال ۵ جون کو شوکت اسلام کا دن منائیں گے، اور یہ مسرت وشادمانی بیت المقدس کی بازیابی بیت المقدس کی بازیابی ہی سے ہمیں نصیب ہوسکے گی، لاتھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین واللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔

افغانستان آزاد خیالی اور بربادی کی لپیٹ میں

دیگر اسلامی ممالک کی طرح افغانستان بھی خارجی اثرات کی وجہ سے بے حیائی، بے پردگی اور آزاد خیالی کی لپیٹ میں ہے، شہروں میں تو جبراً بے پردگی پھیلانے کی خبریں آرہی ہیں، اور اب غیر مصدقہ اطلاع ہے، کہ وہاں کے علمائے کرام اپنی دینی مسئولیت اور جذبہ اعلاء حق وانکار منکر کی بناء پر اس برائی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اور بہت سے اسلاف کی سنت کے مطابق ظلم وستم کا نشانہ بھی بن رہے ہیں، برائی اور بھلائی کی آویزش ہماری تاریخ کا مسلسل اور مربوط باب ہے، مگر افسوس کہ کچھ تو وہاں کے شخصی نظام مملکت کی

گرفت اور کچھ علماء کی سردمہری اور سیاسی شعور اور احساس فریضہ کی کمی کی وجہ سے اب تک منکرات کا اتنا مقابلہ نہیں ہوسکا جتنا چاہیئے تھا، ورنہ اس ملک میں بے حیائی کی ترویج اور روسی اثر ونفوذ کی نوبت یہاں تک نہ پہنچتی جہاں ایک تصویر ہی امان اللہ خان جیسے مقبول بادشاہ کی معزولی کا سبب بنی تھی۔

آج افغانستان کی نوجوان پود ایک طرف مغرب کی سحر طرازیوں اور مادیت کی زد میں ہے، دوسری طرف روسی دہریت والحاد کا عفریت اسے ہڑپ کرنا چاہتا ہے، ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے جہاں علمائے کرام کو منظم اور بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے، وہاں ملک کے برسراقتدار باوقار اور معزز گھرانے کو اپنے دیندار اور غیرت مند اور حساس مسلمانوں کی دینی تمدنی روایات اور سنہری تہذیب کو بچانے کی فکر کرنی چاہئے، ترقی کے نام سے جو راستہ مسلمان ممالک اور اقوام اپنا رہے ہیں، اس کا انجام بہرحال تباہی اور بربادی ہے، جو ملک وقوم کے حق میں بہتر ہے، نہ حکمران خاندان کے حق میں۔

شیخ الحدیثؒ کی آنکھ کا آپریشن

۲۲ر جون: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جو مدت سے ذیابیطس (شوگر) اور دیگر عوارض کے مریض ہیں، کچھ عرصہ سے شوگر کا اثر بینائی پر پڑ رہا ہے، اور آنکھ کالے پانی سے کافی متاثر ہوچکی ہے ۲۳ جون کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل ہوئے، ڈاکٹروں کا مشورہ آپریشن کا تھا لہذا ۱۰ جولائی کو آپریشن کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ناصر الدین اعظم اور ڈاکٹر محمد نواز اور انکے معاون ڈاکٹروں نے اخلاص وعقیدت کیساتھ علاج میں دلچسپی لی اور ۳۰ جولائی کو آپ کو گھر لایا گیا۔

الیکشن ۱۹۷۰ء اور قومی اسمبلی کا انتخاب

جون: والد ماجد بسلسلہ علاج آپریشن آنکھ کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں تھے کہ مختلف طبقات کے لوگوں بالخصوص جمعیۃ العلماء اسلام کے اکابر مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود مولانا غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے مولانا پر الیکشن کے لئے کھڑے ہونے کے لئے اصرار شروع کیا، بار بار ہسپتال میں گھر پر وفود کی شکل میں آئے' بنگال سے حضرت مولانا اطہر علی وغیرہ نے بھی اصرار کیا کہ آئین ساز اسمبلی میں اس شخصیت کا ہونا دین کے لئے مفید اور ضروری ہے مولانا کی ذات پر مختلف علماء بھی ایک حد تک جمع ہوسکتے ہیں مگر حضرت شیخ الحدیث نہایت سختی سے انکار کرتے رہے اور بعد میں ایک تقریر میں یہ فرمایا کہ جس شخص نے چیونٹی سے بوجہ طبعی حیاء کے باعث مقابلہ نہ کیا ہو وہ اس دنگل میں کیسے کود سکتا ہے، ایک موقع پر فرمایا کہ مجھے ان ہنگاموں سے بڑی وحشت ہے، انسان تو کیا کسی چیونٹی سے محاذ

آرائی مجھے اچھی نہیں لگتی، پھر انتخابات کے ہنگامے میں ایک دوسروں کی تحقیر و تذلیل، یا سب وشتم، مبالغہ آمیز دعوے اور وعدے مَیں ایسے میدان میں کیسے کود سکتا ہوں۔ مگر بعد میں شرح صدر ہوا اور حضرت کا انکار اور جماعت کا اصرار اس شرط پر انہیں آمادہ ہونا پڑا کہ نہ کسی سے خود ووٹ کا مطالبہ کروں گا نہ انتخابی ہنگاموں میں شرکت نہ مخالف کے سب وشتم کا جواب دیا جائے گا، انتخابات میں ہر امیدوار اپنی اہلیت اور استحقاق کے دعوے کرتا ہے، یہ شرعاً ناجائز اور مذموم ہے میں اپنی نااہلی کے باوجود دعوے کیسے کروں گا؟ اور خود فرمایا تقریر میں کہ اللہ اگر پوچھے کہ اے عبدالحق تجھے میرے دین کے لئے اسمبلی میں آواز اٹھانے کا موقع مل گیا تم اتنا بھی نہ کرسکتے کہ میرے دین کی آواز بلند کرتے۔

حضرت مولانا عبدالحق کی انتخابات میں شرکت کی آمادگی کے محرکات

اس کارزار جنگ و جدال میں حضرت شیخ الحدیث کی شرکت پر آمادگی کے اصل محرکات پر روشنی ان مندرجہ ذیل اقتباسات سے بھی پڑتی ہے جو آپ نے انتخابی اجتماعات میں الیکشن سے قبل تقاریر میں کئے۔ آپ نے فرمایا مجھے تین چار ماہ قلق اور اضطراب رہا میری طبعی کمزوری ہے حیاء کی وجہ سے لیکن بالآخر شرح صدر ہوا کہ اگر اس راہ میں موت آئی تو مصر کی بڑھیا کی طرح خود کو خریداران یوسف میں پیش کرسکوں گا کہ چلیں اس بڑھاپے میں کچھ خریداروں میں نام آجائے شاید اسلام کے لئے گالی گلوچ اور تحقیر و توہین میرے لئے نجات کا باعث ہو۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ طویل غور وخوض کے بعد مجھے خیال آیا کہ واقعی اسمبلی میں جاکر دین کے حق میں کم از کم آواز تو اٹھا سکوں، یہ بھی نہ ہوسکے تو کسی کی تائید میں تو ہاتھ کھڑا کرسکوں، اور اتنا کرسکنے کے باوجود بھی اس پرخطر میدان میں شرکت سے محض اپنی عافیت اور سلامتی کے خیال سے گریز کروں اور اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن باز پرس فرمائے تو کیا منہ دکھاؤں گا۔؟

ایک اور تقریب میں فرمایا کہ صرف جزوی باتوں پر عمل کرنا اسلام نہیں بلکہ پورے نظام حیات میں نافذ کرانا اسلام ہے، قرآن وسنت کے نفاذ کی جدوجہد میں جتنی کچھ بھی کامیابی ہوگی تو اس کا اجر جدوجہد کرنے والے کو بھی ملے گا، فرمایا: خدا کی قسم! ہمارا مقصد کرسی ہے نہ کوئی اور چیز۔ حکومت یہ لوگ چلائیں مگر طرز حکومت میں علماء سے رہنمائی لینی چاہیے۔ علماء صرف راستہ بتلاتے ہیں، ملک صرف اور صرف اسلام کے لئے تقسیم ہوا، اور یہ سیکولرازم اور سوشلزم کے خلاف فیصلہ کن آواز تھی، اب اگر مذہب کی بات بیچ سے نکالی جائے تو تقسیم کا کوئی جواز نہیں رہ سکتا۔

الیکشن کمپین اور مخیر حضرات کا تعاون

وسائل نہایت محدود ذرائع کی کمی تھی مگر علماء طلباء آئمہ مساجد اور دیندار لوگوں نے دیوانہ وار کام کیا۔لوگوں نے ازخود وسائل فراہم کئے مولانا سلطان محمود ناظم دارالعلوم حقانیہ، کی یاداشت کی ڈائری میں ان مخیر حضرات کے نام مرقوم ہیں جنہوں نے الیکشن کمپین کے لئے چندہ فراہم کیا۔ ان مخلص معاونین کے تعاون سے جو مقدار میسر ہوسکی اس کا کل میزان ۷۷۵۵ روپے ہے۔

مولانا خود انتخابی جلسے میں بہت کم آتے اور فرمایا کرتے مجھے حیا آتی ہے کہ خود کو اہل ثابت کرتا پھروں' جمعیت علماء اسلام نوشہرہ کی کانفرنس میں لوگوں نے نامزد ممبر قومی اسمبلی کے نعرے لگائے تو مولانا شیر علی شاہ کو روک کر ناگواری ظاہر کی آخر تک انتخاب میں اس نام سے جھجک رہے تھے آخر میں ملحقہ علاقہ خوڑہ، رشکئی، خویشگی ،نوشہرہ کلاں ،خاص کر پی ،ڈاک اسماعیل خیل ،اضاخیل ،پیرپیائی سے سرسری گزرے تاکہ لوگ زیارت کرسکیں۔

شیخ الحدیث کا الیکشن میں بڑے بت کو گرانا

مولانا شمس الحق افغانی نے فرمایا کہ مولانا کی خدمات دارالعلوم اور ساری خدمات ایک طرف مگر الیکشن میں دہریت اور کیمونزم کے بڑے بت کو گرانا ایک طرف یہ سب پر بھاری خدمت ہے فرمایا کہ مولانا کی شکست ایک دارالعلوم یا تمام علماء کی شکست نہ تھی بلکہ عالم اسلام کی شکست ہوتی، جنات کے بارے میں کئی روایتیں پہونچیں کہ انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا، آدم زئی کے مولانا امیر خان فاضل حقانیہ کے ایک آسیب زدہ شخص کے ذریعے کامیابی کے بعد پیغام آیا کہ خطبہ جمعہ میں جنات کا بھی شکریہ ادا کیا جائے، عجیب کرامات کا ظہور ہوتا رہا، شدید مخالفین کے ہاتھ بسا اوقات مولانا کے نشان پر مہر لگانے پر مجبور ہوگئے ،جن میں سب سے بڑے حریف امیدوار کی صاحبزادی بھی شامل تھے جو مہر لگا کر صدمے سے بے ہوش ہوگئیں۔کئی واقعات ایسے سامنے آئے۔

ان انتخابات کے سلسلہ میں ناچیز کے کئے گئے تحریروں کے کچھ اقتباسات

انتخابات میں ووٹ کا صحیح استعمال نازک تر امانت

۲۳ سال کا عرصہ بہت بڑی مہلت جو خداوند کریم نے ہمیں دیا مگر ہم نے کیا کیا؟ ہم نے خود ہی ظالم کو ظلم کا موقع دیا اور اپنے ہاتھوں شریعت محمدیہ آئین اسلامی کے اجراء اور نفاذ کی امیدوں کا ایک ایک چراغ بجھانا چاہا' جس کی سزا ہمیں بہت مل چکی ہے، اب قدرت نے ہماری بے سروسامانی پر

رحم کھا کر اگلے انتخابات کی شکل ہمیں ایک بار پھر موقع عطا کر دیا ہے، کہ ہم ملک وقوم کی تقدیر کا فیصلہ دیں، یہ صرف عام انتخابات نہیں ہیں بلکہ اسلام اور شریعتِ غراء کی اطاعت یا پھر اس سے بغاوت پر دستخط اللہ کے رجسٹر میں یوم الحساب میں نجات اور ہلاکت کے فیصلے ان دستخطوں کے سامنے رکھ کر کئے جائیں گے، اگر ۲۳ سال کی طویل وعریض مدت کا تجربہ بھی ہمیں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں کرا سکا، ہم اس دفعہ بھی علاقائی گروہی، خاندانی یا نظریاتی الجھنوں میں پھنسے رہے اور مادی اغراض ومقاصد طمع و لالچ، خوف اور خطرہ، پارٹی اور جماعتوں کی دلدل نے ہمیں جادہ حق میں سامراج کے حق میں، ظلم واستحصال کے حق میں، مثبت یا منفی نتائج کا حامل بن سکتا ہے، آیئے ہم سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں اور ووٹ کی اس امانت کو اس کے صحیح موقع اور محل میں استعمال کریں، جس سے نازک تر امانت موجودہ دور میں کوئی نہیں اور جس پر پوری ملک وملت کیلئے آئین سازی کا دارومدار ہے۔

O

اسلامی آئین کے مقصدِ عزیز کے لئے علماء حق

اسلام آئین کے مقصد عزیز کی خاطر ملک کے ہر خطہ سے ممتاز جید، خدا ترس اکابر وقت بزرگ اور مشائخ اپنی عزت وآبرو وسائل واسباب کی فکر سے بے نیاز ہو کر الیکشن کے خاردار اور پرخطر وادی میں کود پڑے ہیں، اب قوم کے لئے کوئی حیل وحجت اور عذر و بہانہ نہیں رہے گا۔ علماء حق وہ سیاست کے شعبدہ بازیوں میں پھنس کر قدرت کے اس سنہری موقع کو ضائع کرتے یا پھر سنبھل کر قرآن وسنت کو عملاً نافذ کرانے کے لئے علماء حق کی اکثریت کو اسمبلی میں پہنچائے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی عظیم اکثریت سے کامیابی

حالات جیسے بھی پیش آئے اور مقابلہ بیک وقت کئی محاذوں پر جتنا بھی شدید ہوا، مگر اسباب ووسائل کی کمی کے باوجود خداوند قدوس نے اپنے دین کی لاج رکھ لی، اور بحمد اللہ عزوجل کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ، عظیم اکثریت سے کامیاب ہوئے، اس سلسلہ میں مقابلہ جتنا نازک تر ہوتا جارہا تھا، حلقہ انتخاب کے غیور مسلمانوں کی اکثریت کا جذبہ ء مومنانہ، اخلاص ومحبت اور ہر قسم مادی تعلقات کی قربانی اور ایثار بھی اتنا ہی بڑھتا جارہا تھا جو یقیناً بارگاہ ایزدی سے صد ہزار تبریک وتحسین کا مستحق بنے گا، انہوں نے جو کچھ بھی کیا محض اللہ کی رضا کے لئے اور نہ صرف اسی حلقہ میں بلکہ شمال مغربی سرحدی علاقہ کے اکثر غیور اور دیندار مسلمانوں نے اسی جذبہ سے ہر تحریک ہر نظریہ اور ہر دلفریب نعرہ کو

ٹھکرایا اور علمائے حق کی آواز پر لبیک کہہ کر پورے پاکستان کے مسلمانوں کی لاج رکھ لی۔

آئین ساز کمیٹی کے ارکان کے لئے لازمی شرائط اور تقاضے

۱۔ ضروری ہے کہ آئینی کمیٹی کے تمام افراد اسلامی آئین کو موجودہ تقاضوں اور نئے مسائل کی روشنی میں مدون کرنے کی ہر طرح اہلیت رکھتے ہوں اور انہیں اسلامی آئین کی جامعیت' اعتدال اور سراپا عدل وانصاف ہونے کا پختہ یقین ہو۔

۲۔ اگر ایک طرف وہ عصر حاضر کے مسائل اور جدید علوم ونظریات پر نظر رکھتے ہوں تو دوسری طرف استدلال اور تشریح وتعبیر کی اسلامی حدود اور نزاکتوں سے بھی آگاہ ہوں۔

۳۔ قرآن وسنت اور اسلامی قانون (فقہ اسلامی) پر انہیں نہ صرف مطالعاتی بلکہ تحصیلی دسترس ہو،

۴۔ عصر حاضر کی عملی اور عملی مشکلات کے حل کے لئے وہ دینی بصیرت، فراست ایمانی، سلامت فکر، دینی پختگی، ملی غیرت، خداترسی، تقویٰ اور جذبہ خیرخواہی وحق کوشی جیسی صفات سے مالا مال ہوں۔

۵۔ ان کا کوئی فیصلہ تعصب، تحزب، عناد، جہل خودغرضی اور خواہشات نفسانی پر مبنی نہ ہو بلکہ اپنے تمام فیصلوں کے لئے اللہ رسول صحابہ تابعین، ائمہ فقہ اور تعامل سلف میں سے کوئی قومی بنیاد اور سند موجود ہو

۶۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مغربی افکار ونظریات اور نئے ازموں سے ان کا ذہن مرعوب نہ ہوتا کہ نہ تو وہ اسلام میں تحریف وترمیم کی جرات کرسکیں، اور نہ وہ اسلام کو ماڈرن بنانے اروخود بدلنے کی بجائے قرآن بدلنے کے جذبہ سے کام کریں۔

۷۔ ایک اہم بات یہ کہ ایسے لوگوں کو پاکستان کے نظریاتی پس منظر کا صرف احساس ہو بلکہ انہیں اسلام اور لا الہ الا اللہ کے نام پر مسلمانوں کی ان بے مثال قربانیوں سے جذباتی تعلق ہو جو پاکستان کی تشکیل وتعمیر کے نام پر دی گئیں، اگر ایسے افراد پاکستان کو کسی سماجی یا معاشی اور جغرافیائی مسئلے کا پیداوار سمجھتے ہوں تو وہ ہرگز کوئی

مفید آئین نہیں دے سکیں گے۔

۸۔ آخری بات یہ کہ تمام ارکان کو اس نازک ترین کام کے تقدس اور عظمت کا نہ صرف لحاظ ہو بلکہ ملک کی صحیح تعمیر اور قوم کی نیا پار لگانے کیلئے وہ اپنے اندر دیوانہ وار جذبہ، لگن، عشق اور جوش عمل بھی رکھتے ہوں۔

دینی مدارس کے ضعف وتنزل کے اسباب کی نشاندہی اور اصلاح پر سوالیہ نشان

اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے تمام تعلیمی ،دعوتی اور تبلیغی کام ضعف واضمحلال کی طرف جارہے ہیں، ان سب چیزوں پر کسی ایک فرصت میں نہ تو بحث کی جاسکتی ہے اور نہ ایک کم سواد کی تنگی داماں اس کی متحمل ہوسکتی ہے، افادیت، اہمیت اور امت پر پچھلی چند صدیوں میں نہایت گہرے اور دور رس اثرات چھوڑنے کے لحاظ سے خالص اللہ کے توکل پر چلنے والے دینی مدارس پہلے نمبر پر آتے ہیں۔

اس لحاظ سے اس کی موجودہ حالت کیا ہے' اس سلسئہ میں معزز معاصر البلاغ کراچی نے تازہ اداریہ میں اپنے نگارشات قلمبند کرتے ہوئے بجا طور پر بڑے اہم سوالات اٹھاتے ہیں چونکہ الحق کا تعلق بھی ایک دینی مدرسہ سے ہے اور ان تاثرات کو ہم اپنے دل کی ترجمانی سمجھتے ہیں' اس لئے اپنے حلقہ قارئین کے اصحاب فکر وبصیرت (خواہ ان کا تعلق قدیم سے ہے یا جدید سے) اور خاص طور سے ارباب مدارس عربیہ کی توجہ بھی ان سوالات کی طرف مبذول کراتے ہوئے ایک اہم دینی ضرورت پر اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں:

۱۔ ایک عام تاثر یہ ہے کہ ہماری موجودہ دینی درسگاہوں سے موثر علمی و دینی شخصیتوں کی تیاری تقریباً بند ہورہی ہے' جناب کی نظر میں اس کے اسباب کیا ہیں؟

۲۔ موجودہ دینی مدارس کو دوبارہ مردم خیز اور امت کے لئے زیادہ نفع بخش بنانے کے لئے کون سے اقدامات آپکی نظر میں ضروری ہیں۔

۳۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہماری دینی درسگاہوں میں تعلیم وتعلم کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوتا جارہا ہے، براہ کرم نشاندہی فرمادیں کہ آپکی نظر میں یہ مقصد کیا ہے' اور اہل مدارس میں اس کا استحضار کیونکر پیدا کیا جاسکتا ہے، جوان کے فکر وعمل پر اثر انداز ہوسکیں۔

مدیرالبلاغ مولانا تقی عثمانی کے سوالات پر ناچیز کے تاثرات

مدارس عربیہ کے سلسلہ میں یہ چند ایسے سوالات ہیں جن سے صرف نظر کرنا اور انہیں اپنے شبانہ روز غور وفکر کا محور نہ بنانا' پوری ملت کے دینی' علمی اور فکری ضعف واضمحلال سے بے پروائی برتنے کے مترادف ہے' پچھلی چند صدیوں سے یہی مدارس اور آزاد دینی تعلیم ہی زیادہ تر ہماری حیات جاودانی کے سرچشمے بنے رہے' کارگاہ حیات میں ان کی حیثیت انسانی فیکٹریوں کی رہی اور یہ مدارس علوم نبوت کا ایسا پاور ہاؤس ثابت ہوئے جس کا ایک سرا نبوت محمدی سے وابستہ رہا اور اسکے ذریعہ ملت کی پژمردہ لوگوں میں ایمان ویقین کی نئی حرارت دوڑتی رہی اور اس کی ضوافشانی سے الحاد دہریت اور فاسد اعمال وعقائد کی ظلمتیں کافور ہوتی رہیں' ان مدارس سے نکلنے والوں میں بہت سی ایسی عبقری شخصیتیں تھیں جن میں ایک ایک کبھی کبھی پوری ملت پر بھاری ہوجاتی اور مدارس کے اندرونی ماحول، خارجی اثرات، تربیت اخلاق، علمی رسوخ، کردار اور عمل کی بلندی' مقصد سے شیفتگی، اساتذہ اور طلبہ کے باہمی مخلصانہ روابط غرض ہر لحاظ سے یہ مدارس اپنی حالت پر نہیں ہیں جبکہ نئے حالات کی بناء پر مدارس اور ان میں ایسی چیزوں کی اہمیت رگ جان سے بھی بڑھ چکی ہے' اس لئے تمام اہل علم اور اصحاب دل حضرات کا اس ضعف وتنزل کے اسباب کی نشاندہی کرا کے تدابیر اصلاح پر توجہ دینا دین کی ایک اہم پکار پر لبیک کہنا ہوگا۔ یہ تو مدارس کا تربیتی پہلو تھا۔

توجہ طلب نصاب تعلیم ونظام تعلیم

نظام تربیت کے علاوہ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم بھی مدتوں سے توجہ طلب مسئلہ ہے بلاشبہ موجودہ درس نظامی نے اپنا عہد کے لحاظ سے ہمہ گیری اور رسوخ فی العلم اور اس سے زیادہ ماحول اور تربیت کی بدولت ملت کو نابغہ روزگار افراد دیئے مگر عہد جدید اور اس کا علم جدید اس نصاب کا دامن نہایت وسیع کرنے کا طلبگار رہے، بیسویں صدی نے نہ صرف دیگر علوم بلکہ اسلامی علوم وفنون، تاریخ، اسلامی فلسفہ، فقہ اور قانون سازی، اسلامی علم الکلام عمرانیات، لسانیات، سیاسیات اقتصادیات، ہر چیز کے متعلق بحث واستدلال غور وفکر اور مطالعہ وتحقیق کے نئے گوشے پیدا کر کے تمام زاویے اور طور طریقے کافی حد تک بدل دیئے ہیں، پھر اتنے ہمہ گیر اور شاخ در شاخ کہ جب تک کوئی عالم ان سے پوری مناسبت پیدا نہ کرے، وہ جدید علمی دنیا کا پورے شرح صدر کے ساتھ چیلنج قبول نہیں کرسکتا، اور یہ

مناسبت صرف موجودہ نصاب سے پیدا ہونی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، تاریخ اب ایک منضبط سائنس ہے، جغرافیہ علم کی سینکڑوں شاخوں کو اپنے اندر سمیٹ چکا ہے، ادب کا میدان علم وثقافت کے تمام اہم شعبوں پر حاوی ہو چکا ہے، جدید ادب عربی تحریر تقریر ہر پہلو سے توجہ طلب بن گیا ہے، ریاضی علوم اور طبیعات، ثریٰ سے ثریا تک پہنچ چکے ہیں، منطق، نئی ریسرچ اور بحث واستدلال کی شکل میں مراحل تکمیل کو چھورہی ہے' فلسفہ کے کئی مسلمات، مشاہدہ اور تحقیق سے غلط ثابت ہو چکے ہیں' نئے مسلمہ نظریاتی اصول بھی آئے دن بدلتے رہتے ہیں، پھر اسلامی علوم وآثار پر کہاں کہاں سے گولہ باری ہورہی ہے، اور کن حربوں سے کام لیا جاتا ہے' استشراق کے پردہ میں ایک مستقل علمی دنیا اسلام اور اسلامی علوم وشخصیات کو مشق ستم بنائے ہوئے ہیں' قانون کی تدوین وترتیب اقوام عالم میں ایک مستقل فن بن چکا ہے۔ الغرض اس صدی کے علمی تقاضے، علمی زبان' علمی طریق کار گویا ہر چیز کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے، اسلام اور اس کے اصول ابدی اور غیر متبدل ہیں، نہ تحریف کے روادار نہ ترمیم کے اور نہ تجدد کے، مگر علماء اسلام کو یہ شراب کہنہ جام نو میں پیش کرنے کی اہلیت وصلاحیت بہم پہنچانی ہے' اس لئے کہ اسلام تو عیسائیت کی طرح میدان سے ہٹ کر عزلت نشینی کو غنیمت نہیں سمجھتا' وہ تو جامع کامل دین، قوت مقابلہ سے بھرپور اور ہر دور میں نئے جوش اور ولولہ سے معمور رہا ہے اور آنکھیں ملا کر ہر دور کے افکار ونظریات کا چیلنج قبول کرتا چلا آیا ہے، اس لئے آج بھی ضرورت ہے کہ علماء کرام اور ہمارے علمی ادارے جدید آلات ووسائل اور علمی اوزار حرب وضرب سے پوری طرح لیس ہو کر نئے تقاضوں کا سامنا کر سکیں، ہمیں ہر دور میں اللہ نے ابوحنیفہؒ، احمد بن حنبلؒ، غزالیؒ، رازی، ابن تیمیہؒ، رومیؒ، ابن رشدؒ، شاہ ولی اللہؒ، محمد قاسم نانوتویؒ جیسے اہل فکر ونظر دیئے جن کی بدولت اسلام آج تک زندہ وتابندہ رہا، ضرورت ہے کہ نیا دور بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے یہ امانت عظمیٰ پچھلے دور سے بڑھ کر جوش وخروش اور شان بان کے ساتھ اگلی نسلوں تک پہنچا سکے۔ مقابلہ شدید تر ہے اور ہر آنے والی گھڑی وقت کی نزاکتوں میں اضافہ کررہی ہے، جنگ کا محاذ ہمہ گیر ہوتا جارہا ہے، علمی وفکری لحاظ سے نیا سے نیا اسلحہ میدان میں آرہا ہے اور قرآن کریم واعدوا ھم مااستطعتم من قوۃ کی صورت میں پکار پکار کر دعوت تیاری دے رہا ہے، الغرض نصاب کے سلسلہ میں بڑی وسعت نظر کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے' تعلیم کی کل مدت کتنی ہونی چاہیے، اس مدت کو کتنے حصوں میں کس طرح تقسیم کیا جائے،

اہم اور لازمی مضامین اور اختیاری مضامین کا تعین اور پھر طریقہ کار۔ الغرض صدہا گوشے ہیں جو بحث و تمحیص کے مستحق ہیں۔

علمی زندگی الحق کے ذریعہ اٹھائے گئے میرے سوالات

اسے حسن اتفاق کہیے یا البلاغ کے اداریہ کے ساتھ توارد فکر کہ علمی وفکری زندگی کے بارہ میں اکابر علماء اور چیدہ چیدہ ارباب دانش کے تجربات و تاثرات سامنے لانے کے سلسلہ میں الحق نے بھی ایک سوالنامہ روانہ کیا ہے، بزرگوں نے ان سوالات کے جوابات دینے کی زحمت فرمائی تو اس سے بھی کافی حد تک موجود تعلیمی، مطالعاتی اور تربیتی امور پر روشنی پڑ سکے گی، اس سلسلہ میں قارئین حضرات سے بھی التماس ہے کہ کوئی مفید تجویز اور کام کی بات ذہن میں آئے تو تحریر فرمادیں، ایسی تجاویز، آراء، احساسات اور تبادلہ خیالات، نئے خطوط اور نقوش اجاگر کرنے میں ان شاء اللہ مد ثابت ہوسکیں گے۔

لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا:

۱: آپ کو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے متاثر کیا اور آپ کی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نقوش چھوڑے۔ ۲: ایسی کتابوں اور مصنفین کی خصوصیات۔ ۳: کن مجلات اور جرائد سے آپ کو شغف رہا، موجود صحافت میں کون سے جرائد آپ کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ ۴: آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور درسگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف جن سے طلبہ کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی۔ ۵: اس وقت عالم اسلام کو جن جدید مسائل اور حوادث ونوازل کا سامنا ہے اس کے لئے قدیم یا معاصر اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کارآمد اور مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔ ۶: علمی، فکری اور دینی محاذوں پر کئی فتنے تحریفی، الحادی، اور تجددی رنگ میں (مثلاً انکار حدیث، عقلیت، اباحیت، تجدد، مغربیت، قادیانیت اور ماڈرنزم) مصروف ہیں' ان کے سنجیدہ علمی احتساب میں کون سی کتابیں حق کے متلاشی نوجوان ذہن کی رہنمائی کرسکتی ہیں۔ ۷: موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کونسی کتابیں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتی ہیں۔ ۸: مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب میں وہ کون سی تبدیلیاں ہیں جو اسے موثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں۔

امید ہے اپنے مفید خیالات سے محروم نہیں کیا جائے گا، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(جاری ہے)